International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 02, July-Dec 2023
pp: 245 - 267

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

تفسیر تبیان الفرقان از علامہ غلام رسول سعیدی: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Commentary on Tabiyan al-Furqan by Allama Ghulam Rasool Saeedi: Research and Critical Review

Dr Ayesha sabeen *
PhD (Islamic Studies)
Institute of Islamic Studies University of the Punjab Lahore
Amber Zahra
Lecturer, Department of Arabic and Islamic studies,
The University of Lahore, Pakistan

Abstract

Tafseer Tibyan-ul-Furqan is a significant exegesis by Allama Ghulam Rasool Saeedi. This work follows his previous tafseer, **Tibyan-ul-Qur'an**, and spans six volumes. The tafseer combines the methodologies of Tafseer bil Masoor and Tafseer bil Ray, presenting a comprehensive approach to Quranic exegesis. Allama Saeedi's aim was to make complex theological and jurisprudential discussions accessible to a broader audience. In this tafseer, he addresses contemporary interpretations and counters some modernist views. The work is notable for its strong defense of Hanafi jurisprudence, supported by robust arguments and evidence. Allama Saeedi's scholarship is characterized by a deep commitment to traditional Islamic sciences, and his exegesis reflects a synthesis of classical knowledge and contemporary relevance. The work also emphasizes the necessity of understanding the Quran in light of established Hadith and Fiqh principles, ensuring a balanced and authentic interpretation. **Tafseer Tibyan-ul-Furqan** is thus an essential contribution to Islamic scholarship, offering valuable insights for both scholars and lay readers.

Keywords: Quranic exegesis, Hanafi jurisprudence, Islamic scholarship, theological discussions, contemporary interpretations.

CC BY

علامہ غلام رسول سعیدی دور جدید کے ایک اہم مفسر ہیں۔ تفسیر تبیان الفرقان ان کی دوسری اہم تفسیر ہے۔ انہوں نے چار جلدوں پر کام مکمل کیا ہی تھا کہ وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور بعد ازاں اس تفسیر کو مکمل کر لیا گیا اور اب یہ تفسیر چھ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں دور جدید کے بعض آزاد خیال مفسرین کی آرا کارد پیش کیا گیا ہے۔ تفسیر تبیان القرآن کے بعد ایک اور تفسیر تبیان الفرقان لکھنے کا مقصد تبیان القرآن کے مضامین کو مختصر انداز میں بیان کرنا، اور کچھ نئے مضامین کا اضافہ کرنا تھا تاکہ تمام لوگ باآسانی اس سے استفادہ کر سکیں۔

زیرِ نظر تفسیر کے خصائص کا تذکرہ کرنے سے قبل صاحبِ مؤلف کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

صاحبِ تفسیر کا تعارف

غلام رسول سعیدی صاحب اپنے عہد کے مفسر، محدث، فقیہ، مدرس اور مثالی خطیب ہیں۔ آپ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۵۶ / ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء بروز جمعۃ المبارک دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام پہلے والد محترم کے نام پر احمد منیر رکھا گیا۔ بعد ازاں آپ کا نام شمس الزماں نجمی رکھا گیا۔ پھر جب آپ کی عمر ۲۱ سال ہوئی اور آپ عبادت اور ریاضت کی طرف راغب ہوئے تو آپ کو اس نام سے تعلی کے اِدعاء کا تأثر محسوس ہوا تو اُنہوں نے رسول کریمؐ کی والہانہ محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر از خود اپنا نام تبدیل کر کے "غلام رسول" رکھ لیا۔ ۱۹۵۸ء میں آپ سید احمد سعید شاہ کاظمی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اسی نسبت سے اپنے آپ کو سعیدی کہلانے لگے اور اس کے بعد آپ غلام رسول سعیدی کے نام سے معروف اور مشہور ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام شفیق فاطمہ تھا۔ وہ عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں، چھ سال کی عمر میں آپ نے والدہ ماجدہ سے ناظرہ قرآن مجید مکمل کیا۔ دس سال کی عمر میں آپ نے "پنجابی اسلامیہ ہائی سکول" قطب روڈ دہلی سے پرائمری کا امتحان پاس کیا۔ اس دوران برصغیر کی تقسیم عمل میں آگئی۔ چنانچہ آپ اپنے والد کے ہمراہ بحری جہاز کے ذریعہ بھارت سے ہجرت کر کے کراچی آگئے۔ کراچی میں آپ نے نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ معاشی مسائل کی وجہ سے آپ مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ ۱۹۴۹ء میں آپ کے والد کی وفات ہو گئی۔ آپ نے اپنی دینی تعلیم کا آغاز ۱۹۵۸ء میں جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خان سے کیا۔

۱۹۶۰ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور میں داخلہ لیا اور وہاں مفتی محمد حسین نعیمیؒ سے تعلیمی فیض پایا۔ آپ نے مزید تعلیم کے حصول کے لیے بندیال اور لائل پور کا سفر کیا۔ ۱۹۶۶ء میں آپ نے باقاعدہ تدریس کا آغاز کر دیا۔ ۱۹۸۵ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور کو ترک کر کے دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں تدریس شروع کر دی۔ جو الحمد للہ علی احسانہٖ تاحال تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

۱۴ اگست ۲۰۱۴ء کو صدر مملکت اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی طرف سے آپ کو آپ کی دینی اور علمی خدمات کے اعتراف میں تمغۂ امتیاز دیے جانے کا اعلان کیا گیا۔ ۱۔

تصانیف

ذیل میں صاحبِ مفسر کی تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱ (توضیح البیان لخزائن العرفان ۲) ذکر بالجہر

۳(تذکرۃ المحدثین ۴) تاریخ نجد و حجاز

۵ (مقالات سعیدی ۶) شرح صحیح مسلم

۷ (تفسیر تبیان القرآن ۸) نعمۃ الباری

۹ (تفسیر تبیان الفرقان

سببِ تصنیف

صاحب مفسر کی پہلی تفسیر "تبیان القرآن" بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور عام قاری کے لیے اس کو خریدنا اور پھر اسکا مطالعہ کرنا بہت مشکل تھا، اس لیے ضروری تھا کہ تبیان القرآن کے جامع مضامین پر مشتمل ایک مختصر تفسیر لکھ دی جائے اور یہ کتاب زیادہ سے زیادہ چھ یا سات جلدوں پر مشتمل ہو۔ اس ضرورت کے پیش نظر یکم مئی ۲۰۱۴ء کو مصنف کی صحیح بخاری کی شرح "نعم الباری" کی تکمیل ہوئی اور ۲ مئی ۲۰۱۴ء بروز جمعۃ المبارک تفسیر "تبیان الفرقان" کا افتتاح اور آغاز کر دیا۔

زیرِ نظر تفسیر کی تصنیف کا سبب تبیان الفرقان میں بیان شدہ مضامین کو مختصر ترین انداز میں پیش کرنا، نئے مضامین کا اضافہ کرنا، اور آزاد خیال مفسرین کی تفسیروں پر تبصرہ کرنا ہے۔

صاحب مفسر کی یہ بھی کوشش تھی کہ تبیان الفرقان میں قرآن مجید کا ترجمہ تبیان القرآن میں مذکور ترجمہ سے زیادہ سہل ہو۔ اس ترجمہ کا نام انہوں نے نور الفرقان تجویز کیا۔ قرآن مجید کی جن آیات سے بدعقیدہ لوگوں نے عام مسلمانوں پر اپنی فکر کی چھاپ لگانے کی کوشش کی ہے اس کا تدارک کرنا، اور قرآن مجید کی جن آیات میں احکام و مسائل کا ذکر ہے وہاں خصوصیت کے ساتھ امام ابو حنیفہ کے مذہب کا ذکر کرنا، اور ان کے دلائل کو پیش کرنا بھی اس تالیف کے اسباب و مقاصد میں شامل ہیں۔

صاحبِ مصنف تبیان الفرقان لکھنے کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقہی احکام میں آئمہ اربعہ کے متعدد مذاہب ہیں، ان مذاہب کا بیان اور فقہ حنفی کی ترجیح کا ذکر شرح صحیح مسلم، نعمۃ الباری، نعم الباری اور تبیان الفرقان میں متعدد مقامات پر کر دیا گیا ہے۔ اس لیے تبیان الفرقان میں ان مباحث کا اعادہ نہیں کیا

جائے گا۔ بلکہ صرف فقہ حنفی کا تفصیل سے ذکر ہو گا۔ میرا مقصود یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر میں جس قدر ممکن ہو احادیث اور آثار کو پیش کروں۔ نئے اور تازہ مسائل میں غور و فکر اور اجتہاد کی کافی وسعت اور گنجائش ہے۔ تاہم بعض آزاد خیال علماء نے اس مسئلہ میں کافی افراط و تفریط کی ہے، میں چاہتا ہوں کے ان کے گمراہانہ افکار کا محاسبہ کیا جائے اور اختصار اور جامعیت کے ساتھ ان کا مکمل رد کیا جائے۔[۲]

اسلوبِ بیان

زیر نظر تفسیر جامع اور مختصر مضامین پر مشتمل ہے۔ جس میں مصنف نے اپنی "تفسیر تبیان القرآن" کے مضامین کو شامل کرنے کے ساتھ ساتھ نئے مضامین کا اندراج بھی کیا ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ سہل ہے جس میں تمام مترجمین کے ترجموں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ تفسیر میں جس قدر ممکن تھا احادیث اور آثار پیش کئے گئے ہیں۔ مباحث کا اعادہ نہیں کیا گیا، البتہ فقہ حنفی کی تفصیل اور تحقیق ہے۔ حنفی نقطہ نظر کو مدلل انداز سے اجاگر کیا گیا ہے۔ پیش آمدہ نئے اور تازہ مسائل میں غور و فکر اور اجتہاد کے نتیجہ میں کچھ آزاد کیال علماء افراط اور تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مصنف نے اپنی اس تفسیر میں جامعیت اور اختصار کے ساتھ نہ صرف ان کا محاسبہ کیا ہے۔ بلکہ ان کا بلیغ انداز سے رد بھی کیا ہے۔ تفسیر بالماثور کے ساتھ ساتھ محمود و مستحسن رائے کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ مفردات کی وضاحت، فقہی اور کلامی مباحث بھی تفسیر کا حصہ ہیں۔

مآخذ

تفسیر "تبیان الفرقان" سے بنیادی مآخذ قرآن و حدیث ہیں۔ اس کے علاوہ اقوال صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ نیز سلف اور محدثین کے اقوال سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تفاسیر میں سے تفسیرِ طبری، انوار التنزیل و اسرار التاویل، تفسیر ابن کثیر، الجامع الاحکام القرآن، الکشاف، معالم التنزیل، احکام القرآن، روح المعانی، تفسیر مظہری، تدبر قرآن، ضیاء القرآن، معارف القرآن اور تفہیم القرآن قابل ذکر ہیں۔ تفاسیر کے علاوہ لغات کی کتب مثلاً النھایۃ فی غریب الحدیث، مفردات القرآن اور لسان العرب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ فقہ حنفی کی کتب، خاص طور پر احمد رضا خان بریلوی کی "فتاویٰ رضویہ" کے کئی حوالہ جات تفسیر ھذا میں مذکور ہیں۔ بعض جگہوں پر رسائل و جرائد مثلاً زاویہ نظر اور روزنامہ دنیا نیوز وغیرہ کے حوالہ جات بھی دیئے گئے ہیں۔

اُصول تفسیر کی بحثیں

صاحب مفسر نے قرآن کریم کی تفسیر لکھنے سے قبل بصائر التفاسیر بیان کئے ہیں

اس میں انہوں نے ان امور کو بیان کیا ہے جن کا تفسیر سے پہلے جاننا ضروری ہے۔ سب سے پہلے قرآن کریم کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کیے، پھر قرآن مجید کے اسماء کا بیان کیا۔ پھر قرآن کریم میں وارد احادیث کا ذکر کیا اور تفسیر اور تاویل

میں فرق واضح کیا، پھر یہ بیان کیا کہ قرآن مجید کی تفسیر کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔ اس کے بعد طبقات المفسرین کا بیان کیا، پھر قرآن کے ناسخ و منسوخ کی تحقیق کی اور اس کے بعد ان آزاد خیال لوگوں کا ذکر کر کے ان کا رد پیش کیا جنہوں نے قرآن میں نسخ کے وقوع کا انکار کیا ہے۔ سر سید احمد خان کے ان نظریات کا ذکر کیا جو تمام فقہائے اسلام کے خلاف ہیں۔

تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے کا امتزاج

تبیان الفرقان میں آیات کی تشریح کے لیے آیات، احادیث، اقوالِ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ بتایا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تفسیر بالماثور ہے۔ اس تفسیر میں قیاس، رائے، اجتہاد اور مفسر نے اپنی رائے سے بھی کام لیا ہے، اس لحاظ سے اسے تفسیر بالرائے کہا جاسکتا ہے۔ سو یہ تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے کا امتزاج ہے۔ ذیل میں چند مثالوں سے اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

تفسیر بالماثور کی مثالیں

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ۔[3]

اس آیت کی تفسیر میں صاحبِ مفسر مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مفسرین کی جماعت نے کہا اس آیت میں الملائکۃ سے مراد صرف حضرت جبرائیلؑ ہیں، اگرچہ وہ واحد ہیں لیکن تعظیماً ان کو جمع کا صیغہ الملائکۃ سے تعبیر فرمایا جس طرح قرآن مجید میں ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ۔[4]

حضرت نوحؑ کی قوم نے صرف حضرت نوحؑ کی تکذیب کی تھی، لیکن اللہ نے فرمایا: انہوں نے تمام رسولوں کی تکذیب کی ہے۔ اور اس آیت میں تطہیر کا ذکر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو خوب پاک فرمادیا۔ اس تفسیر کی تطہیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حضرت مریمؑ کو حیض سے پاک فرمادیا۔ (۲) السدی نے کہا: ان کو حیض و نفاس دونوں سے پاک رکھا۔ (۳) حضرت ابن عباسؓ سے دوسری روایت ہے: ان کو مردوں کے چھونے سے پاک رکھا۔ (۴) حسن بصری اور مجاہد نے کہا: ان کو کفر سے پاک رکھا۔ (۵) مقاتل نے کہا ان کو بے حیائی اور نافرمانی کے کاموں سے محفوظ رکھا۔[5]

۲ (**یمریم اقنتی لربک وسجدی وارکعی مع الرکعین**۔[6]

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "**یمریم اقنتی لربک**" اس آیت میں قنوت کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) حسن بصری نے کہا: اس سے مراد عبادت ہے۔(۲) مجاہد نے کہا: اس سے مراد نماز میں طویل قیام کرنا ہے۔(۳) قتادہ نے کہا: اس سے مراد اطاعت کرنا ہے۔(۴) سعید بن جبیرؓ نے کہا: اس سے مراد اللہ عزوجل کے لیے اخلاص ہے۔۷

تفسیر بالرائے کی مثالیں

۱(ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔)۸

آیت مذکورہ کی تفسیر میں صاحب مفسر رقمطراز ہیں:

میں کہتا ہوں: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کا ذکر فرمایا ہے، قیامت کا وقوع اس لیے ضروری ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں بہت سارے لوگ ظلم کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور اُن کو اُن کے مظالم کی کوئی سزا نہیں ملتی اور بہت لوگ اس دنیا میں ظلم برداشت کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور ان کو ان کی مظلومیت پر کوئی جزا نہیں ملتی، اگر اس جہاں کے بعد کوئی اور جہاں نہ ہو تو ظالم بغیر سزا کے رہ جائے گا اور مظلوم بغیر جزا کے رہ جائے گا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے عدل کے خلاف ہے، اس لیے ضروری ہوا کہ اس جہاں کے بعد کوئی اور جہاں بھی ہو جہاں ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دی جائے اور مظلوم کو اس کی مظلومیت کی جزا دی جائے۔۹

۲(لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا لَھَا مَا کَسَبَتْ۔)۱۰

صاحب مفسر اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں: البقرہ ۲۸۶ سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے دلوں میں گناہوں کے جو اچانک خیالات آتے ہیں جن کو ھاجس کہتے ہیں اور دلوں میں جو بار بار گناہوں کے خیالات آتے ہیں جن کو خاطر کہتے ہیں، پھر دلوں میں اُن گناہوں کی جو ترغیبات پیدا ہوتی ہیں ان کو حدیث نفس کہتے ہیں، ان پر مسلمانوں کی گرفت نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ ان گناہوں کے کرنے کا اِرادہ نہ کر لیں یا اُن گناہوں کا ارتکاب نہ کر لیں۔۱۱

لغت اور نحو کے مباحث

زیر نظر تفسیر لغت اور نحو کے مباحث پر مشتمل ہے۔ صاحبِ مفسر نے مشکل الفاظ کی وضاحت کے لیے لغات کا استعمال کیا ہے۔ ذیل میں چند مثالوں سے وضاحت ہو گی۔

لفظ رحمن اور رحیم کے الفاظ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> رحمن کا لفظ صفتِ مشبہ اور ندمان کے وزن پر ہے اور رحیم کا لفظ بھی صفتِ مشبہ ہے اور یہ ندیم کے وزن پر ہے۔ رحمن کا لفظ صرف اللہ عزوجل کی ذات پر کہا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ اس کا معنی صرف اللہ ہی کے لیے صحیح ہے کیوں کہ اللہ ہی کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے اور رحیم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔۱۲

۲ (الفاتحہ کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اَسماء میں ایک اسم الفتاح ہے جو اپنے بندوں کے لیے رزق اور رحمت کے دروازے کھولتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ بندوں کے درمیان فیصلہ فرمانے والا اور الفاتح کا معنی ہے الحاکم، اور الفتاح مبالغہ کا صیغہ ہے۔[۱۳]

۳ (لفظ اللہ کے لغوی و عرفی معنیٰ بیان کرتے ہوئے امام راغب الاصفہانی کی مفردات القرآن کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

(i) ایک قول یہ ہے کہ لفظ اللہ کی اصل اِلہ ہے، اس کے شروع میں ہمزہ حذف کرکے اس کے اوپر الف لام کو داخل کر دیا گیا اور یہ لفظ اللہ عزوجل کے ساتھ مخصوص ہو گیا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا۔[۱۴]

(ii) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لفظ "الہ فلان یالہ" سے مآخوذ ہے جس کے معنی ہیں: فلاں نے عبادت کی اس بنا پر لفظ اللہ کا معنی ہے معبود۔

(iii) تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اَلِہ سے مآخوذ ہے جس کے معنی ہے: حیران ہوا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور و فکر کرتا ہے تو وہ حیران ہو جاتا ہے۔

(iv) چوتھا قول یہ ہے کہ لفظ اللہ کی اصل ولاۃ ہے اس کا معنیٰ ہے "کسی سے شدید محبت کرنا اور ہر مخلوق اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے۔ اسی لیے یہ معنیٰ استعمال کیا گیا۔[۱۵]

غرض صاحب مفسر نے بہت سارے الفاظ کے لغوی، واصطلاحی اور عرفی معنیٰ اپنی تفسیر میں بیان کئے ہیں مثلاً رب العالمین، غضب، نعمۃ، تلبس، فسق، الرجز، غلف، ویل، نسخ وغیرہ۔

جدید اور آزاد منش لکھاریوں پر مصنف کا تعاقب

صاحب مفسر نے تفسیر تبیان الفرقان میں بعض جدید اور آزاد منش لکھاریوں پر تعاقب کیا ہے۔ مثلاً سر سید احمد خان، غلام احمد پرویز، امین احسن اصلاحی، جاوید احمد غامدی اور ڈاکٹر محمد شکیل اوج وغیرہ اسلام کے مسلم نظریات کے خلاف جو ان لوگوں کے افکار ہیں ان کا دلائل کے ساتھ مفصل رد پیش کیا ہے۔ یہ اس تفسیر کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے۔ ذیل میں چند مثالیں نمونہ کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ نسخ کا انکار

بعض جدید ذہن کے مفسرین و علماء قرآن کریم میں نسخ کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً سر سید احمد خان اور دیگر منکرین نسخ نے البقرہ: ۱۰۶۔[۱۶] کی تفسیر میں لکھا ہے:

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس مقام میں آیت کے لفظ سے قرآن کی آیت مراد نہیں ہے بلکہ موسوی شریعت کے احکام جو شرع محمدی میں تبدیل ہو گئے یا جن احکامِ شریعت موسوی کو یہودیوں نے بھلا دیا تھا وہ مراد ہیں۔ ۱۷

سرسید کے نسخ فی القرآن کے انکار کے رد میں صاحبِ مفسر لکھتے ہیں:

آیت سے مراد قرآن مجید کی آیت نہیں بلکہ موسوی شریعت مراد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن کی تفسیر یا تو خود رسول پاکؐ کے ارشاد سے اور آپؐ کی حدیث سے ہوتی ہے یا صحابہ کرامؓ کے بیان سے ہوتی ہے، سرسید احمد خان نے لکھا ہے کہ اس آیت سے مراد موسوی شریعت ہے اس کا نہ کسی حدیث میں ذکر ہے، نہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے مروی ہے اور نہ تابعین عظام میں سے کسی کا یہ قول ہے، یہ صرف سرسید احمد خان کی تفسیر بالرائے ہے اس لیے مردود ہے۔ ۱۸

اپنے مؤقف کی تائید میں حدیث مبارکہ بیان کرتے ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ان لوگوں کے خلاف تیس دن تک صبح کی نماز میں دعائے (ضرر) کی جنھوں نے اصحاب بئر معونہ کو قتل کر دیا تھا۔ آپ نے رعل اور زکوان اور عصیہ کے خلاف دعا کی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی، حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ جو لوگ بئر معونہ میں قتل کر دیئے گئے ان کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی جس کو ہم نے پڑھا تھا۔

پھر بعد میں وہ آیت منسوخ کر دی گئی وہ آیت یہ ہے:

الا بلغوا قومنا بأنا قد لقينا ربّنا، فرضى عنا وَأرْضِنا۔ ۱۹

اسی طرح اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُواْ إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لاَ يَعْلَمُون۔ ۲۰

اس کی تفسیر میں بھی سرسید احمد خان نے لکھا ہے:

اس آیت کی نسبت سوال یہ ہے کہ قالو آ سے کون لوگ مراد ہیں؟ مفسرین لکھتے ہیں کہ قالو آ کی ضمیر سے کفار مکہ مراد ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ کفار مکہ نہ اس کی پہلی آیت کو جو بدل

گئی منزل من اللہ جانتے تھے اور نہ دوسری آیت کو جس نے پہلی آیت کو بدلا منزل من اللہ سمجھتے تھے۔ بلکہ صرف یہود و نصاریٰ جو ان احکامِ قرآن مجید کو جو بر خلاف احکام سابق توریت و انجیل کے تھے۔ پیغمبر کا افتراء سمجھتے تھے، پس قالو آ کی ضمیر انہی یہود و نصاریٰ کی طرف پھرتی ہے نہ عام کفار کی طرف جو عموماً بت پرست تھے ورنہ وہ نہ احکام سابق کو مانتے تھے نہ احکام لاحق کو، پس صاف ظاہر ہے کہ: بدلنا اٰیۃ مکان ایۃ سے شرائع انبیائے سابق مراد ہے نہ تبدیلِ آیت قرآنی کی۔[۲۱]

صاحبِ مفسر اس نظریے کے رد میں لکھتے ہیں:

سر سید احمد خان کی یہ تفسیر اولاً اس لیے صحیح نہیں ہے کہ سورۃ نحل مکی ہے اور مکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین کفار قریش تھے۔ یہود و نصاریٰ نہیں تھے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ قرآن مجید کے جو احکام تورات و انجیل کے خلاف تھے اس کو پیغمبر کا افتراء سمجھتے تھے، کیوں کہ مکی سورتوں میں کفار قریش سے خطاب ہوتا ہے اور انہیں کا رد ہوتا ہے۔

اور ثانیاً اس لیے کہ سر سید نے محض اپنی رائے سے یہ لکھا ہے کہ النحل:۱۰۱ میں تبدیل آیت سے مراد قرآن مجید کی آیات نہیں ہیں بلکہ تورات اور انجیل کی آیات ہیں اور اس کے ثبوت میں نہ انہوں نے رسول کریمؐ کی کوئی حدیث پیش کی نہ کسی صحابی یا تابعی کا قول پیش کیا اس لیے ان کی یہ تفسیر مردود ہے۔[۲۲]

اس کے بر خلاف جو علماء محققین یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق قرآنِ مجید کی ان آیتوں کی تبدیلی کے ساتھ ہے ان کی دلیل یہ ہے: امام ابن شیبہ اور امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں مجاہد سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مَا ننْسخ من ایة اوننسها۔۔۔ کی مثل ہے۔[۲۳]

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ سر سید احمد خان نے قرآن مجید میں نسخ کے وقوع کا جو انکار کیا ہے اور ما ننسخ من اٰیۃ (البقرہ:۱۰۶) اور واذ بدّلنا اٰیۃً (النحل ۱۶) کی آیات کو جو پچھلی آسمانی کتابوں کے نسخ پر محمول کیا ہے۔ یہ ان کی محض تفسیر بالرائے ہے جس پر وہ کوئی مستند نقل نہیں پیش کر سکے اور ان آیتوں کی تفسیر میں اُنہوں نے تمام متقدمین مفسرین کی مخالفت کی ہے۔

۲۔ فرشتوں کے متعلق بعض آزاد خیال لوگوں کا نظریہ

نسخ فی القرآن کے انکار کے علاوہ فرشتوں کے حوالے سے بعض آزاد خیال لوگ عجیب و غریب خیالات کے حامل ہیں۔ مثلاً سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہیں ہوتا بلکہ برخلاف اس کے پایا جاتا ہے جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا بلکہ خدا کی بے پناہ قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہیں ملک یا ملائکہ کہا ہے۔[۲۴]

جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

اَصل میں لفظ الملائکہ استعمال ہوتا ہے، یہ ملک کی جمع ہے جس کے معنی پیغامبر کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا جو مکالمہ ان آیات میں ان کے ساتھ نقل ہوا ہے اس سے واضح ہے کہ یہ محض قوتیں نہیں ہیں جنہیں الملائکہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے بلکہ نہایت پاکیزہ صفات کی حامل ایک مستقل مخلوق کی حیثیت رکھتے ہیں۔[۲۵]

ان افکار کے رد میں صاحب مفسر لکھتے ہیں کہ ان آزاد خیال مفکرین کے نزدیک ملائکہ محض "قوتوں" کا نام ہے لیکن یہ نظریہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث صحیحہ سے متصادم ہے، قرآن مجید کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ فرشتے کلام کرتے ہیں، لکھتے ہیں، انبیاءؑ تک اللہ کی وحی پہنچاتے ہیں، جاندار مخلوقات کی ارواح کو قبض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کے حکم سے اس کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔[۲۶]

اہل کتاب کے مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کے نکاح کا جواز

قرآن مجید کی آیت: " وَلاَ تَنكِحُواْ الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِن۔۔۔"[۲۷] کے بارے میں ڈاکٹر محمد شکیل اوج[۲۸] لکھتے ہیں:

یاد رہے پورے قرآن میں مشرکین سے مراد مشرکین مکہ کے سوا اور کوئی نہیں۔۔۔

اس آیت مبارکہ میں مشرک مردوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کے نکاح کرنے کو منع فرمایا ہے، لہذا اس ممانعت میں اہل کتاب مرد داخل نہیں ہیں، سو اہل کتاب مردوں کے ساتھ مسلم خواتین کا نکاح جائز ہو گا۔[۲۹]

مصنف ڈاکٹر محمد شکیل اوج کی دلیل مذکور کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابو بکر الاصم عبد الرحمن بن کسان المتوفی ۲۲۵ھ نے لکھا ہے کہ: اس میں اختلاف ہے کہ لفظ مشرک کیا کفار اہل کتاب کو شامل ہے یا نہیں؟ ابو بکر الاصم نے یہ کہا کہ ہر وہ شخص جو آپؐ کی رسالت کا منکر ہو وہ مشرک ہے۔[۳۰]

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بہ ابن العربی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں: کل کافر بالحقیقۃ مشرک۔[۳۱]

اپنی دلیل کی تائید میں وہ فقہاء تابعین کی مسلمان عورتوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے نکاح کے عدم جواز کی تصریح، مفسرین احناف کی مسلمان عورتوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے نکاح کے عدم جواز کی تصریح، مفسرین شوافع کی مسلمان عورتوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے نکاح کے عدم جواز کی تصریح اور مسلمان عورتوں کے اہل کتاب کے مردوں کے ساتھ نکاح کے عدم جواز پر علماء اسلام کے اجماع کی تصریحات بیان کرتے ہیں.

ڈاکٹر محمد شکیل اوج کے بیان کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> قرآن مجید، مستند احادیث، آثارِ صحابہ، فقہا، تابعین اور ہر مذہب اور مسلک کے مفسرین اور علمائے اسلام کے اجماع کے حوالہ جات سے آفتاب سے روشن تر ثابت ہو گیا کہ مسلمان عورتوں کا اہل کتاب کے مردوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے، لہٰذا میں ڈاکٹر شکیل اوج سے دل سوزی کے ساتھ درخواست کرتاہوں کہ وہ اپنے اس مؤقف سے رجوع کر لیں کہ مسلمان عورت کا اہل کتاب مرد کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ کہیں ایسانہ ہو کہ وہ قرآن مجید کی اس وعید میں داخل ہو جائیں۔ ۳۲

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۔ ۳۳ اور جو کوئی راہِ ہدایت کھل جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے راستے کے علاوہ (کسی اور راستہ کی) پیروی کرے گا (تو) ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا ہے اور اسے جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ نہایت بُرا ٹھکانہ ہے۔

زیر نظر تفسیر میں مصنف نے ایسے بہت سارے مسائل جن کے متعلق آزاد منش (libral) لکھاریوں نے اپنے نظریات پیش کیے، ان کا رد کیا ہے۔ مثلاً شجر آدم کے متعلق نظریہ، بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ طور کے اٹھائے جانے کا انکار، بنی اسرائیل کو مسخ کر بندر بنانے سے انکار، حیاتِ شہداء کے متعلق جدید معتزلہ یا آزاد منش لوگوں کے افکار، حج وعمرہ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کے متعلق آزاد منش لوگوں کے افکار، بعض آزاد خیال علماء کا ہلال رمضان کے ثبوت میں منازلِ قمر کا اعتبار کرنا، بعض آزاد منش لوگوں کا حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ ہونے کا انکار وغیرہ۔

حنفی مذہب کی نمائندہ تفسیر

مصنف نے آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فقہی مسائل بیان کئے ہیں۔ اس ضمن میں تمام آئمہ کے اقوال اور دلائل بیان کئے ہیں تاہم فقہ حنفی کو دیگر مذاہب و مسالک پر ترجیح دی ہے۔ اس کو حنفی مذہب کی نمائندہ تفسیر کہنا غلط نہ ہو گا۔ مثلاً سورۃ

البقرہ کی آیت ۲۲۸ میں ثلثۃ قروءٍ ۳۴ میں "قرء" کے معنی کی تحقیق اور حیض کے احکام میں فقہاء احناف کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حدیث رسولؐ ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیشؓ سے ارشاد فرمایا:

دعی الصلوٰۃ ایام اقراء ک ای ایام حیضک۔ ۳۵

تم اپنے حیض کے ایام میں نماز کو چھوڑ دو۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں فقہائے احناف کی دو دلیلیں ہیں: ایک یہ کہ "قرء" کا معنی حیض، اور دوسری دلیل یہ کہ "قرء" جمع قلت ہے اور اس کا اطلاق کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس پر ہوتا ہے۔ اس کا مفاد یہ ہوا کہ حیض کی مدت کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے اور یہی احناف کثر ھم اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے۔ نیز فقہائے احناف کی "قرء" کے معنی حیض ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے:

طلاق امۃ تطلیقتان (وقرء ھا) حیضتان۔ ۳۶

باندی کی طلاقیں دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو قروء، یعنی دو حیض ہیں۔

اسی طرح ہر فقہی مسئلہ میں حنفی فقہ کے مؤقف کو ترجیح دی گئی ہے۔

مناظرانہ تفسیر

تبیان الفرقان میں جہاں کہیں نزاعی مسائل کا ذکر آیا ہے، وہاں مخالفین کا جواب دینے کے لیے مناظرانہ انداز اختیار کیا گیا ہے مثلاً ملحدین، غیر مسلم، نصاریٰ، اہل تشیعہ، قادیانی اور اسلام سے منحرف جدید ذہن و افکار رکھنے والوں کا منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف مسالک کے نزاعی مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے۔

شیعوں کے نظریہ "تقیہ" کے بطلان پر مصنف مناظرانہ انداز میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مشہور شیعہ مفسر الطائفۃ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی ۴۶۰ھ کے مطابق جان کے خوف کے وقت تقیہ کرنا واجب ہے۔ ۳۷ روافض کے اس قول کی تردید میں لکھتے ہیں "شیعہ اور روافض کا یہ قول قطعاً باطل ہے۔ کیوں کہ اگر جان کے خطرہ کی وجہ سے تقیہ کرنا جائز ہوتا تو رسول اکرمؐ کفارِ قریش سے موافقت کر لیتے لیکن رسول کریمؐ نے تمام دنیا کے کفر سے مخالفت مول لی اور اپنی جان کی پرواہ نہیں کی بلکہ اللہ عزوجل نے آپؐ سے فرمایا "فاصدع بما تومر" ۳۸ (آپ کو جس بات کا حکم دیا جاتا ہے آپ اس کا کھلم کھلا اعلان فرما دیں)۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سے بڑی آزمائش کے موقع پر تقیہ نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ جان کے خطرہ سے تقیہ کرنا اور جان بچانے کے لیے اپنے ضمیر کے خلاف اقدام کرنا جائز نہیں اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔

من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ، فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہٖ وذٰلک اضعف الایمان۔[39]

تم میں سے جس شخص نے کسی برائی اور غلط کام کو دیکھا تو وہ اس کو اپنی قوت سے بدل ڈالے، اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے برائی کو بُرا کہے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو برائی کو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

شعیہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ خلفاء ثلاثہ کی خلافت اور حکومت کو باطل سمجھتے تھے لیکن جان بچانے کے لیے ان کی موافقت کرتے تھے اور ان کی اطاعت کرتے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر حضرت علیؓ کے نزدیک خلفاء ثلاثہ کی خلافت باطل ہوتی تو وہ ان کی حکومت سے ٹکرا جاتے اور اپنی قوت بازو سے اُن کی حکومت کو بدل ڈالتے خواہ اس میں کامیاب نہ ہوتے جیسے حضرت حسینؓ جب یزید کی بیعت کو باطل سمجھتے تھے تو اُنھوں نے اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور خود اور اپنے ستر رفقاء کی شہادت کو گوارا کر لیا اور یزید کی بیعت کرنے کو گوارا نہیں کیا۔[40]

حضرت آدمؑ کے شجر ممنوعہ سے کھانے پر کئے گئے اعتراضات پر مصنف مناظرانہ انداز میں بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ایک سوال یہ ہے کہ اگر حضرت آدمؑ سے گناہ نہیں ہوا تھا تو پھر ان کو سزا کیوں دی گئی اور جنت سے زمین کی طرف کیوں اُتارا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کا جنت سے زمین کی طرف آنا کوئی سزا نہیں تھی بلکہ وہ اپنے مقصدِ تخلیق کی تکمیل کے لیے زمین پر آئے کیوں کہ ان کو زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت قائم کرنے کے لیے پیدا فرمایا تھا، اگر کسی شخص کو کسی جگہ کا حاکم یا بادشاہ بنا دیا جائے تو یہ اس کی سزا نہیں ہوتی بلکہ اس پر انعام ہوتا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ابلیس حضرت آدمؑ کو جنت سے نکلوا کر کامیاب ہو گیا اور حضرت آدمؑ ناکام ہو گئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ابلیس ہی ناکام ہوا۔ کیوں کہ ابلیس تو صرف حضرت آدمؑ کا جنت میں عارضی وجود برداشت نہیں کر رہا تھا اور حضرت آدمؑ زمین پر آنے کے بعد جنت میں دوام اور خلود کے لیے جائیں گے اور شیطان جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ جلے گا۔ نیز ابلیس صرف حضرت آدمؑ کا جنت میں وجود برداشت نہیں کر رہا تھا، اور حضرت آدمؑ اپنی بے شمار ذریت کو لے کر جنت میں داخل ہوں گے، سو ابلیس ہی ناکام ہوا اور حضرت آدمؑ ہر حال میں کامیاب رہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر حضرت آدمؑ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا تو وہ یہ کیوں کہتے رہے: رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ [۴۱] اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کا یہ قول ان کی تواضع اور انکسار پر مبنی ہے، کیوں کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کی عمداً حکم عدولی کی اور پھر کہا "رب بمآ اغویتنی" [۴۲]

(اے میرے رب! تو نے مجھے گمراہ کیا) اور حضرت آدمؑ نے نسیان اور بھول سے شجرِ ممنوع سے کھایا اور پھر کہتے رہے: "ربّنا ظلمنا انفسنا" سو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا اور حضرت آدمؑ کے سر پر تاجِ خلافت رکھتا۔ [۴۳]

صاحبِ مفسر نے زیر نظر تفسیر میں مناظرانہ اسلوب اختیار کر کے بہت سے جدید ذہن کے شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

مفسرین و مصنفین کی کتب و تفاسیر پر تبصرہ

صاحبِ مفسر نے جہاں ضرورت پیش آئی وہاں دیگر مفسرین و مصنفین کی کتب و تفاسیر پر اپنی آراء کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً مفتی محمد شفیع دیوبندی کی "معارف القرآن" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مفتی محمد شفیع دیوبندی نے کہا ہے: عطا شدہ ہزاروں لاکھوں غیب کی چیزوں کے علم کو اصطلاح قرآن میں علم غیب نہیں کہہ سکتے۔ میں کہتا ہوں: مفتی شفیع دیوبندی کا یہ قول صحیح نہیں ہے، کیوں کہ مومنین کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے جن غیب کی خبروں کا علم عطا فرمایا مثلاً جنت، دوزخ، فرشتوں، جنات، عرش، کرسی وغیرہ، ان کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے: فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۔ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ۔ [۴۴] یہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت ہے، جو غیب پر ایمان لاتے ہیں یومنون بالغیب کا معنی یصد قون بالغیب اور تصدیق علم کی قسم ہے.

سو اس کا معنی ہے "یعلمون بالغیب" لہٰذا اس آیت میں اللہ عزوجل نے متقین کو جن غیب کی خبروں کا علم عطا فرمایا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے علم غیب کا اطلاق فرمایا ہے، اس کو آسان الفاظ میں یوں کہیں گے کہ متقین غیب کی خبروں پر ایمان لاتے ہیں (مثلاً جنت اور دوزخ وغیرہ) اور غیب کی خبروں پر اسی وقت ایمان ہو گا، جب ان کو غیب کا علم ہو گا، اور یہ اصطلاح قرآن کی بات نہیں ہے بلکہ عین قرآن میں اللہ تعالیٰ نے متقین کے علم پر، علم غیب کا اطلاق فرمایا ہے۔ سو مفتی شفیع کی مذکور الصد تفسیر خلاف قرآن ہے اور رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق تو وہ ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ [۴۵]

ڈاکٹر اقبال متوفی ۱۹۳۸ء نے حضرت جبریل اور ابلیس لعین کا مکالمہ نظم کیا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے صاحبِ مفسر لکھتے ہیں:

ڈاکٹر اقبال نے ابلیس کی زبان سے جو کہ کہلوایا:

میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح! تو فقط: اللہ ھو، اللہ ھو، اللہ ھو ۴۶

اس شعر میں اللہ عزوجل کی شان میں کھلی ہوئی گستاخی ہے، خود اقبال کو بھی اپنے گستاخ ہونے کا اعتراف ہے، وہ لکھتے ہیں:

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں اقبال کرتا کوئی اس بندہ گستاخ کا منہ بند ۴۷

مصنف کہتے ہیں: مجھے ڈاکٹر اقبال سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں، صدمہ اس کا ہے کہ انہوں نے بارگاہ رالوہیت میں سخت زیر آفرنیی کی ہے نیز ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں:

ترے شیشے میں مے باقی نہیں بنا کیا تو میرا ساقی نہیں؟ سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ۴۸

ایک یہودی نے جب اللہ تعالیٰ کو فقیر کہا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور فقیر کے لفظ میں اتنی اہانت نہیں ہے جتنی بخیل کے لفظ میں اہانت ہے، ڈاکٹر اقبال نے اللہ تعالیٰ کو بخیل کہا، کاش! اس زمانے میں کوئی صدیق اکبر جیسا ایمان رکھنے والا ہوتا جو اس بندہ گستاخ کا منہ بند کر دیتا۔ ۴۹

صاحبِ مفسر نے مختلف تفاسیر اور کتب پر تبصرے اپنی تفسیر میں شامل کئے ہیں اور جہاں کوئی بات نامناسب لگی وہاں اعتدال کے ساتھ اعتراضات کر کے ان کے جوابات پیش کئے ہیں۔

تفسیر میں قدیم کلامی مباحث

تبیان الفرقان میں منطقی اور کلامی مسائل پر مدلل انداز سے بحث کی گئی ہے اور متعدد مقامات پر معتزلہ کے افکار کا رد پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت سماع کا ثبوت بیان کرتے ہوئے علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عرفۃ الورغمی المتوفیٰ ۸۰۳ھ کا قول نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

لَّقَدْ سَمِعَ اللّهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُواْ إِنَّ اللّهَ فَقِيْرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاء۔ ۵۰

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کا ثبوت ہے، اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ صفتِ سمع، صفت علم کی غیر ہے اور معتزلہ ان دونوں کو ایک صفت قرار دیتے ہیں، اس آیت میں یہود کی بارگاہِ الوہیت میں اس گستاخی کا ذکر فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو فقیر اور خود کو غنی کہتے ہیں۔ ۵۱

سورۃ نساء کی آیت نمبر ۳۱ ''إِن تَجۡتَنِبُواْ كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُم مُّدۡخَلٗا كَرِيمٗا'' ۵۲ (اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے رہو جن کاموں سے تم کو منع فرمایا گیا ہے (تو) ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو مٹا دیں گے اور ہم تم کو عزت کے مقام میں داخل فرما دیں گے) اس آیت کی روشنی میں ''گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی مغفرت کے مسئلہ میں معتزلہ کا رد پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

معتزلہ نے ان آیات کی تفسیر میں کہا ہے کہ جو مرد گناہِ کبیرہ سے اجتناب کرے اس کی مغفرت کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اور اُن کا یہ قول ہے کہ کبیرہ گناہوں کی مغفرت نہیں ہوتی، اور ان کے یہ دونوں قول ان آیات سے باطل ہیں کیوں کہ ان آیات میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو شرک کے سوا تمام گناہوں کو معاف فرمادیں گے، سو کبیرہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور چونکہ یہ مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اور اسی طرح صغیرہ گناہوں کی مغفرت بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مغفرت کو اپنی مشیت پر موقوف فرمایا ہے۔[۵۳]

اسی طرح مصنف اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق معتزلہ اور اہلِ سنت کا نظریہ، علم غیب، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا، حواسِ خمسہ ظاہرہ، حواس خمسہ باطنہ، بداہیت عقل سے کسی چیز کو جاننا، وحی، الہام اور معجزات کی کرامات جیسے کلامی مسائل کو تفسیر ھذا میں زیر بحث لائے ہیں۔

معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل پر بحث

تبیان الفرقان میں فقہی رجحان غالب ہونے کی وجہ سے اس میں بہت سارے معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ نکاح، طلاق، خلع، عدت، لعان، ظہار، وراثت، سود، حقوق العباد، اہلِ ذمہ کے ساتھ معاشرتی، کاروباری معاملات عدالتی معاملات اور دیگر مسائل پر صاحبِ مفسر نے مدلل گفتگو فرمائی ہے۔ معاشرتی مسائل کے ضمن میں ذیل میں ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ اسلام میں خلع کا ثبوت بیان کرتے ہوئے صاحبِ مفسر لکھتے ہیں:

اگر شوہر اور بیوی کے درمیان ہم آہنگی نہ ہو تو اسلام نے یہ گنجائش رکھی ہے کہ ان کے درمیان خلع کر لیا جائے۔ اگر بیوی خلع کی طلبگار ہو تو اس کے لیے خلع کے معاوضہ میں مہر کی مقدار سے زیادہ لینا مکروہ ہے اور اگر کی طرف سے نافرمانی نہ ہو اور مرد ہی علیحدگی چاہے تو مرد کو طلاق کے عوض مال لینا مطلقاً مکروہ ہے۔[۵۴] خلع کے ثبوت میں درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے ثابت بن قیس کے اخلاق اور ان کی دین داری پر اعتراض نہیں ہے لیکن میں اسلام کے بعد کفر کو ناپسند کرتی ہوں (یعنی ان کی بدصورتی کی وجہ سے ان سے علیحدگی چاہتی ہوں)، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثابت بن قیس نے تم کو مہر میں جو باغ دیا تھا کیا تم اس باغ کو واپس کردو گی؟ اُنہوں نے کہا: جی ہاں۔ رسول اکرمؐ نے حضرت ثابت بن قیسؓ سے فرمایا۔ اپنا باغ قبول کر لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔[۵۵]

معاشی مسائل کے ضمن میں "سود کی حرمت اور بینک کے مروجہ سود کے جواز کے شبہ کا جواب دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سود کی ممانعت تو اِس صورت میں تھی جب غریبوں سے اُن کی مجبوری کا فائدہ اُٹھا کر سود لیا

جائے، لیکن آجکل بینک کا جو مروجہ سود ہے اس میں بنک کسی کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھاتا، لوگ اپنی خوشی سے بینک سے بڑی بڑی رقمیں قرض لے کر کاروبار کرتے ہیں اور صنعتیں قائم کرتے ہیں۔ لہذا معاشی ترقی اسی سود کی بنیاد پر ہے اور قوم کی خوشحالی میں سود کا بہت بڑا کردار ہے، تو اس میں عدم جواز کی کون سی وجہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مومن اور مسلمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ خواہ میں کاروبار کر سکوں، خواہ میں کوئی کارخانہ لگا سکوں یا نہ لگا سکوں، جب سود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دے دیا ہے اور اس پر سخت وعید فرمائی ہے اور سودی کاروبار سے نہ رُکنے کو اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ قرار دیا ہے، تو جن لوگوں میں یہ حوصلہ ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کر سکتے ہوں تو وہ ضرور سود لیں اور جو مسلمان اللہ سے ڈرتے ہوں ان کے ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہیئے کہ خواہ ہم کاروبار کر سکیں، کارخانے لگا سکیں، خواہ ہم بھوکے مر جائیں لیکن ہم اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہیں کریں گے اور اس اعلانِ جنگ قبول نہیں کریں گے۔ ۵۶

غرض صاحبِ مفسر نے اپنی تفسیر میں روزمرہ زندگی سے متعلق تمام سیاسی، معاشرتی اور معاشی مسائل کا احاطہ پیش کرکے دورِ جدید کے بہت سارے کا حل تجویز کیا ہے۔

فقہی مسائل کا بیان

تبیان الفرقان میں جہاں کہیں ایسی آیت آئی ہے، جس سے فقہی احکام مستنبط ہوتے ہوں، وہاں فقہاء اور محدثین کے اقوال و دلائل درج کئے ہیں اور ساتھ ساتھ فقہاء کے اختلافی بیانات پر بھی بحث کی گئی ہے تاہم فقہ حنفی کا رنگ نمایاں ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ الانعام میں آیت نمبر ۱۲۱ "وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ" ۵۷ اور تم اس (جانور) کو نہ کھاؤ جس کو اللہ کے نام پر ذبح نہیں کیا گیا) کے تحت مذاہب فقہا کی آراء بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جس جانور پر ذبح کے وقت عملاً بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے اس جانور کے متعلق دو قول ہیں: (۱) اگر بھولے سے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا تو وہ جانور مباح ہے، اور امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے کہا ہے کہ وہ جانور ہر صورت میں حرام ہے۔ اور ہمارے شیخ علی بن عبید اللہ نے کہا کہ اگر اس نے عملاً ذبح کے وقت بسم اللہ کو ترک کر دیا تو اس کی اباحت ممنوع ہے اور اہلِ کتاب کے زبائح کی حرمت اس آیت کے عموم سے منسوخ ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوتُواْ الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ۔ ۵۸

یعنی جن جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا تو اُن کو کھانا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ ۵۹

اسی طرح "شکاری جانور کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا مسئلہ"، وُضو کے مسائل، تیمم کے مسائل، چوری کا نصاب، ناسخ و منسوخ وغیرہ جیسے دیگر مسائل میں صاحب مفسر نے فقہاء کی آراء اور ان کے اختلافات کو بیان کیا ہے۔

جدید عصری مسائل کا بیان

مفسر نے کتاب ہذا میں جدید دور میں پیدا ہونے والے مسائل پر استدلالی طریقہ سے بحث کی ہے اور ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۳۲ ''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ'' ۶۰ کے تحت جدید اور نت نئے فیشن کے مطابق قیمتی لباس پہننے کا جواز فراہم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نت نئے قیمتی کپڑوں کے خوبصورت لباس نئے فیشن کے مطابق پہننا جائز ہے بشرطیکہ اس لباس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو بدمذہبوں کے دینی شعار پر مبنی ہو، بعض متقشفہ اور غالی صوفیہ اس قسم کا لباس پہننے سے منع کرتے ہیں حالانکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مزین لباس کو پہننا جائز ہے۔ ۶۱

بامحاورہ ترجمہ

تبیان الفرقان میں قرآن مجید کا ترجمہ تبیان القرآن میں مذکور ترجمہ سے زیادہ آسان اور زیادہ سہل کیا گیا ہے۔ یہ رواں اور بامحاورہ ترجمہ ہے۔ اس ترجمہ کا نام صاحب مفسر نے نور الفرقان تجویز کیا ہے۔

محدثانہ تفسیر

تبیان الفرقان میں محدثانہ رنگ غالب ہے۔ مفسر نے آیات کی تفسیر کرتے وقت احادیث نبویؐ کے ساتھ ساتھ اقوالِ صحابہ بھی نقل کئے ہیں۔ اس ضمن میں صحیح بخاری، مسلم، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی، دارمی، دار قطنی، مستدرک حاکم، اور بیہقی وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

سابقہ مفسرین سے استفادہ

مصنف نے تفسیر بیان کرتے وقت مختلف مفسرین کی تفاسیر سے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً تفسیر کبیر، تفسیر کشاف، ابن کثیر، احکام القرآن، جامع البیان، تفسیر ابو بکر الاصم، تفسیر ابو مسلم، تفسیر ابو علی الجبائی، تفسیر القرآن العزیز، تاویلات اہل سنۃ، الکشف والبیان، معالم التنزیل، زاد المسیر فی علم التفسیر، اسرار التنزیل وانوار التاویل، انوار التنزیل واسرار التاویل، الجامع الاحکام القرآن، معارف القرآن، تدبر قرآن، معارف القرآن، ضیاء القرآن وغیرہ۔

مؤلف نے ان تفاسیر سے اقوال، روایات اور اقتسابات کو نقل کرکے مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔

سورتوں کا اجمالی تعارف

تبیان الفرقان میں ہر سورت کی تفسیر کرنے سے پہلے اس کے بارے میں ضروری معلومات درج کی گئی ہیں۔ مثلاً سورۃ کا نام، تلاوت کی فضیلت، مقامِ نزول، شانِ نزول اور سورۃ میں بیان کردہ موضوعات وغیرہ۔

تبیان القرآن کی خوبیوں اور خامیوں کا طائرانہ جائزہ

خوبیاں

۱ (زیر نظر تفسیر میں اسلام کے تمام مسلمہ عقائد پر دلائل کی فراہمی کی گئی ہے۔ قرآن کریم کی جن جن آیات سے بد عقیدہ لوگوں نے عام مسلمانوں پر اپنی فکر کی چھاپ لگانے کی کوشش کی ہے اس کا تدارک کیا گیا ہے۔

۲ (قرآنِ کریم کی تفسیر میں جس قدر ممکن ہوا احادیث اور آثار کو پیش کیا گیا ہے۔

۳ (صاحبِ مفسر نے بعض آزاد منش لکھاریوں پر تعاقب کیا ہے، مثلاً سر سید احمد خان، غلام احمد پرویز، امین احسن اصلاحی، جاوید احمد غامدی اور ڈاکٹر محمد شکیل اوج وغیرہ۔ اسلام کے مسلم نظریات کے خلاف جو ان لوگوں کے افکار ہیں ان کا دلائل کے ساتھ مفصل رد پیش کیا ہے۔

۴ (تفسیر کو سادہ اور سہل زبان میں رقم کیا ہے۔ نیز اس کا ترجمہ اس جامعیت اور اختصار کے ساتھ کیا ہے کہ ہر سطح کا قاری اس سے یکساں طور پر مستفید ہو سکے۔

۵ (دورِ جدید کے مسائل اور آیاتِ احکام سے متعلق فقہاء کی آراء کو مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے تاہم حنفی نقطۂ نظر کو ترجیح دی گئی ہے۔

خامیاں

۱ (زیرِ نظر تفسیر میں مصنف موصوف نے یہ کوشش کی کہ تبیان القرآن کے جامع مضامین پر مشتمل ایک مختصر تفسیر لکھی جائے جو بہت اختصار پر مبنی ہو، لیکن اس کے باوجود تفسیری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف بعض اوقات غیر ضروری مباحث میں بہت آگے نکل جاتے ہیں۔

۲ (مصنف موصوف نے مسائل کی وضاحت اور آیات کی تشریح کے لیے احادیثِ نبویؐ اور اقوالِ صحابہؓ وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔ بعض جگہوں پر ایک موضوع سے متعلق منتشر افعال اور افکار کو جمع کر دیا ہے جس سے ایک مفہوم کا تعین کرنا اور قرآن کے مدعا کا واضح ہونا مشکل ہو گیا ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ کو بیان کرتے ہوئے یہ واضح نہیں کیا گیا کہ حدیث صحیح ہے، حسن ہے یا ضعیف۔

۳ (تفسیر کرتے ہوئے بہت ساری جگہوں پر حوالہ جات ہی نہیں دیئے گئے۔ مثلاً جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۶۵۷ پر لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے ہاتھ میں مٹی پکڑی اور اس سے ایک چمگادڑ کی صورت بنائی۔ [۶۲]

مندرجہ بالا اقتباس کا حوالہ مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح اور بہت ساری جگہوں پر صحابہؓ اور تابعینؒ وغیرہ کے اقوال درج کئے گئے ہیں مگر اُن کے حوالہ جات موجود نہیں ہیں۔

۴ (تفسیر ھٰذا کا مقصد فقہ حنفی کی حقانیت پر قوی دلائل قائم کرنا اور حنفی نقطہ نظر کو مدلل انداز سے اُجاگر کرنا ہے خواہ احناف کا نقطہ نظر قرآن وسنت کے مطابق ہو یا اس کے خلاف۔ تفسیری مطالعہ سے مصنف کے مسلکی تعصب کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ مثلاً جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۶۹۱ تا ۶۹۷ پر اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں چڑھانے اور اُن کی قبروں پر گنبد بنانے کو شرکیہ افعال قرار دینے کا بطلان کیا ہے نیز اولیاء اللہ کی قبروں پر گنبد بنانے اور اُن کی قبروں پر چادریں چڑھانے کے جواز کے دلائل فراہم کرتے ہیں اور اس کے جواز میں لکھتے ہیں:

حدیث میں قبر پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ شروع سے لے کر اب تک اُمت کے صالحین اور علماء بزرگانِ دین کے مزارات پر گنبد بناتے چلے آئے ہیں، اس لیے اُمت کے اجماع عملی سے گنبد بنانے کا جواز ثابت ہے۔ ۶۳

مندرجہ بالا اقتباس میں حدیثِ مبارکہ کے مقابلہ میں اپنی رائے کو ترجیح دے کر غیر شرعی امر کے جواز کو ثابت کیا گیا ہے۔ فقہ حنفی کے نقطہ نظر کی ترویج کے لیے مصنف نے بہت سارے دلائل پیش کئے ہیں مثلاً مرقات، لوائح الانوار القدسیہ، تقریرات رافعی، ردالمختار وغیرہ کے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں اور اس شرکیہ فعل کو جائزہ قرار دیا ہے۔ لیکن کوئی بھی ایسی قرآنی آیات یا حدیثِ مبارکہ کا حوالہ پیش نہیں کیا گیا جس سے واقعتا اس امر کی ممانعت ثابت ہوتی ہو۔ حالانکہ اس کے متعلق نبی کریمؐ کے فرمودات واضح طور پر موجود ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

> اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ اور میری قبر کو عید (مزار) نہ بنانا بلکہ مجھ پر درود بھیجو، یقیناً تم کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔ ۶۴

ایک اور حدیث میں فرمایا: یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبریں مسجد بنالی ہیں۔ ۶۵

ابویعلی موصلیؒ نے اپنی مسند میں حضرت زین العابدین علی بن حسینؒ سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے ایک شخص کو اس جگہ جاتے اور دعا کرتے دیکھا جو قبر نبوی کے پاس کھلی تھی۔ آپ نے اسے منع کیا اور لوگوں سے فرمایا: کیا میں تمہیں رسولؐ کی ایک حدیث نہ سناؤں جو مجھے اپنے والد اور دادا کے ذریعہ سے پہنچی؟ رسولؐ نے فرمایا ہے: "میری قبر کو عید نہ بنانا اور اپنے گھروں کو قبریں نہ قرار دے لینا۔ تم کہیں بھی ہو تمہارا اسلام مجھے پہنچ جائے گا۔ ۶۶

مزار بنیں گے تو ہی اُن پر گنبد بنائے جائیں گے اور اصحاب قبور پر جا کر چادریں چڑھائی جائیں گی۔ لیکن احادیث مبارکہ سے واضح طور پر مزار بنانے کی حرمت ثابت ہوئی تو گویا گنبد بنانے اور چادریں چڑھانے جیسے شرکیہ افعال کی ممانعت بھی اس سے معلوم ہوگئی۔

راقمہ کی رائے ہے کہ اگر صاحب مصنف تحقیق کے انداز میں غیر جانبدارانہ رویہ اپنائیں اور مسلکی تعصب سے بے نیاز ہو کر مسائل شریعہ کے لیے دلائل کی فراہمی کے ثبوت فراہم کریں تو ان کی یہ کاوش واقعی قابلِ ستائش ہو گی۔

خلاصہ بحث

تفسیر تبیان الفرقان علامہ غلام رسول سعیدی کی ایک شاندار علمی کاوش ہے جو قرآنی علوم کے مطالعہ میں اہمیت رکھتی ہے۔ اس تحقیق میں ان کی تفسیری مہارتوں اور طریقہ کار کا جامع جائزہ لیا گیا ہے جس سے ان کے علمی کام کی قدر و قیمت واضح ہوتی ہے۔ یہ تفسیر موجودہ دور میں قرآنی علوم کی تفہیم کے لیے نہایت اہم ہے اور اس کے مطالعہ سے طلباء اور محققین کو قرآن فہمی میں نئے زاویے ملتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

* تفسیر تبیان الفرقان ضیاء القرآن پبلیکیشنزلاہوراور کراچی سے شائع ہو رہی ہے۔

۱۔ غلام رسول سعیدی، تبیان الفرقان، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، مئی ۲۰۱۵ء، ۱/ تلخیص صفحہ ۴۱ تا ۴۳

۲۔ ایضاً، ۱/ ۸۸

۳۔ اٰل عمران، ۳:۴۲

۴۔ الشعراء، ۲۶:۱۰۵

۵۔ تبیان الفرقان، ۱/ ۶۵۰

۶۔ اٰل عمران ۳:۴۳

۷۔ تبیان الفرقان، ۱/ ۶۵۰

۸۔ اٰل عمران، ۳:۹

۹۔ تبیان الفرقان، ۱/ ۶۰۱

۱۰۔ البقرہ، ۲:۲۸۶

۱۱۔ تبیان الفرقان، ۱/ ۶۱۴

۱۲۔ ایضاً، ۱/ ۱۰۰

۱۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری الشافعی المتوفیٰ، ۶۰۶ھ، النهاية فی غریب الحدیث والاثر، دار الکتب والعلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ۱/۵۰۵

۱۴۔ مریم، ۱۹:۶۵

۱۵۔ علامہ ابو القاسم الحسین بن محمد الراغب الاصفهانی متوفیٰ ۵۰۲، المفردات القرآن، دار السلام للنشر والتوزیع، بیروت، ۱/۲۶

۱۶۔ البقرہ، ۲:۱۰۶ ''ماننسخ اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم أن اللہ علیٰ کل شیٍ قدیر''

۱۷۔ سر سید احمد خان، تفسیر القرآن وھو الھدیٰ والفرقان، سر سید ریسرچ اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۰ء، ۱/۱۳۷

۱۸۔ تبیان الفرقان، ۱/۱۲۵

۱۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجھاد، باب: العون بالمدد، رقم الحدیث، ۳۰۶۴

۲۰۔ النحل، ۱۶:۱۰۱

۲۱۔ تفسیر القرآن وھو الھدٰی والفرقان، ۲/۱۳۲

۲۲۔ تبیان الفرقان، ۱/۱۲۷

۲۳۔ علامہ جلال الدین السیوطی، الدر المنثور، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ۵/۱۴۶

۲۴۔ تفسیر القرآن وھو الھدیٰ والفرقان، ۱/۴۲

۲۵۔ جاوید احمد غامدی، البیان، المورد، مئی ۲۰۱۰ء، ۱/۴۷

۲۶۔ تبیان الفرقان، ۱/۲۳۲

۲۷۔ البقرہ، ۲:۲۲۱

۲۸۔ ڈاکٹر محمد شکیل اوج (ڈی۔ لٹ) ایک آزاد خیال معاصر سکالر ہیں اور بہت سے مسلمہ مسائل میں اسلام کی اجماعی فکر سے منحرف ہیں۔ اسی وجہ سے انہیں جدید دور کے آزاد خیال حلقوں میں پذیرائی ملتی ہے ان حلقوں کی فکر کا مرکزی نقطہ نظر یہ ہے کہ تسلسل تواتر کے ساتھ جو مسائل اُمت میں متفق علیہ چلے آرہے ہیں، ماضی کے علمی اثاثے سے قطع نظر کرکے براہِ راست قرآن کو تختۂ مشق بنایا جائے اور اسے اپنی فکر کے قالب میں ڈھال لیا جائے۔

۲۹۔ ڈاکٹر محمد شکیل اوج، نسائیات، کلیہ معارف اسلامیہ، کراچی، جون ۲۰۱۲ء، ص:۱۰۰

۳۰۔ عبدالرحمن بن کسان، تفسیر ابو بکر الاصم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۸ھ، ص:۴۷

۳۱۔ ابو بکر الجصاص، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ، ۱/۲۱۸

۳۲۔ تبیان الفرقان، ۱/۴۹۹

۳۳۔ النسآء، ۴:۱۱۵

۳۴۔ البقرہ، ۲:۲۲۸

۳۵۔ دار قطنی، السنن دار قطنی، رقم الحدیث: ۸۲۸

۳۶۔ ابوداؤد السنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب: فی سنۃ طلاق العبد، رقم الحدیث: ۲۱۸۹؛ تبیان الفرقان، ۱/۵۰۶

۳۷۔ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی، المتوفی ۴۶۰ھ، التبیان فی تفسیر القرآن، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، س۔ن، ۲/۴۳۵

۳۸۔ الحجر: ۹۴

۳۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب: یکون کون النھی عن المنکر، رقم الحدیث: ۱۷۷

۴۰۔ تبیان الفرقان، ۱/۶۳۵

۴۱۔ الاعراف، ۷:۲۳

۴۲۔ الحجر، ۱۵:۳۹

۴۳۔ تبیان الفرقان، ۲/۵۰۱

۴۴۔ البقرہ، ۲:۲۔۳

۴۵۔ تبیان الفرقان، ۲/۳۷۰

۴۶۔ علامہ اقبال، بال جبریل، الفیصل تاجران وناشران کتب اردو بازار لاہور، نومبر ۲۰۰۰ء، ص:۱۲۱

۴۷۔ ایضاً، ص:۱۷۔۱۸

۴۸۔ ایضاً، ص:۶

۴۹۔ تبیان الفرقان، ۲/۴۹۷

۵۰۔ آل عمران، ۳:۱۸۱

۵۱۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن عرفۃ الورغمی، المتوفی ۸۰۳ھ، تفسیر ابن عرفۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۸ء، ۱/۴۴۹؛ تبیان الفرقان، ۱/۸۱۰

۵۲۔ النسآء، ۴:۳۱

۵۳۔ تبیان الفرقان، ۱/۸۸۶

۵۴۔ ایضاً، ۱/۵۱۰

۵۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، رقم الحدیث:۵۲۷۳

۵۶۔ تبیان الفرقان،، ۱/۵۷۲

۵۷۔ الانعام، ۶:۱۲۱

۵۸۔ المائدہ، ۵:۵

۵۹۔ علامہ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن جوزی، زاد المسیر، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ۲/۶۷؛ تبیان الفرقان، ۲/۴۳۷

۶۰۔ الاعراف، ۷:۳۲

۶۱۔ تبیان الفرقان، ۲/۵۰۸

۶۲۔ ایضاً، ۱/۶۵۷

۶۳۔ ایضاً، ۱/۶۹۱

۶۴۔ ابوداؤد، سنن ابو داؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، رقم الحدیث، ۲۰۴۲

۶۵۔ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ البور، رقم الحدیث، ۲۰۴۳

۶۶۔ ایضاً، رقم الحدیث، ۲۰۴۲